7

اس دفعہ جلسہ سالانہ پر غالبًا اسّی ہزار روپیہ خرچ آئے گا مگر اِس وقت تک چندہ صرف اٹھائیس ہزار آیا ہے

(فرمودہ 25 مارچ 1949ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے گزشتہ جمعہ میں ان اوہام کے متعلق جو لوگوں کے دلوں میں ربوہ میں جلسہ کرنے کے متعلق پیدا ہو رہے ہیں کچھ باتیں بیان کی تھیں۔ آج میں پھر اسی مضمون کے متعلق ایک اَور نقطہ نگاہ سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جلسہ سالانہ کے متعلق جو وہاں انتظامات ہو رہے ہیں میں کل اُن کو دیکھنے کے لیے ربوہ گیا تھا۔ چونکہ اُس جگہ پر کوئی رہائشی مکانات نہیں ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ ہمیں وہاں رہائش کے لیے عارضی انتظامات ہی کرنے ہوں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے میں نے انجنیئروں سے مشورہ کرنے کے بعد ساڑھے تیرہ ہزار روپیہ کی منظوری عارضی شیڈ (SHED) بنانے کے لیے دے دی ہے اور اس میں پچاس شیڈ بنائے جا رہے ہیں۔ ہر شیڈ چھیانوے فٹ لمبا اور سولہ فٹ چوڑا ہے۔ درمیان میں ستون ہیں۔ اس طرح ہر شیڈ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ ہر شیڈ میں ایک سو پچیس یا ایک سو تیس آدمی آ سکتے ہیں۔

اس طرح پچاس شیڈ میں قریباً چھ ہزار آدمی کی گنجائش ہے۔ ان میں سے بیس شیڈ مستورات کے لیے مخصوص کر دیئے گئے ہیں جن میں اڑھائی ہزار کے قریب مستورات کے رہنے کی گنجائش ہو گی۔ لیکن چونکہ جلسہ سالانہ کے ایام آنے تک موسم گرم ہو جائے گا اور لوگ غالباً پسند کریں گے کہ وہ باہر نکل کر سوئیں اس لیے خیال ہے کہ یہ عمارت تیس، چالیس بلکہ پچاس ہزار آدمی کے لیے کافی ہو گی کیونکہ صرف اسباب اندر رکھنا ہو گا سونے کے لیے لوگ باہر لیٹنا زیادہ پسند کریں گے۔ احباب کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر الگ الگ جماعتوں کو رکھا جائے تب بھی ہمارا خیال ہے کہ یہ شیڈ بارہ، پندرہ بلکہ بیس ہزار آدمی کے لیے کافی ہوں گے۔ چونکہ جماعت جب جلسہ پر آتی ہے تو بالعموم وہ اپنے چندے بھی ساتھ لاتی ہے اور بالعموم ان ایام میں اپنے گزشتہ حسابات بھی دیکھنا چاہتی ہے، اس کے علاوہ مختلف دفاتر سے لوگوں کو مختلف کام ہوتے ہیں۔ بعض کو اپنے جھگڑوں اور تنازعات کے سلسلہ میں امور عامہ کے دفتر سے کام ہوتا ہے یا رشتہ ناطہ کے لیے وہ شعبہ رشتہ ناطہ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں یا بیت المال والوں سے وہ اپنے بجٹ کے سلسلہ میں ملنا چاہتے ہیں یا دفتر محاسب میں وہ اپنی امانتیں رکھوانا یا اپنی امانتیں نکلوانا چاہتے ہیں اس لیے ان دفاتر کے لیے بھی وہاں مکانات بنانے ضروری تھے۔ چنانچہ میں نے انجنیئروں سے مشورہ کرنے کے بعد اس غرض کے لیے عارضی طور پر بارہ کمرے بنانے کا حکم دے دیا ہے اور وہیں خزانہ بنانے کی ہدایت بھی دے دی ہے۔ اس طرح جو مستقل افسر ہیں اور جن کو جلسہ سالانہ کے ایام میں رات دن کام کرنا پڑے گا اُن کے لیے بھی علیحدہ انتظام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لیے بھی میں نے چھ مکانات الگ بنوانے کا فیصلہ کیا ہے اور متعلقہ کارکنان کو اس کے متعلق ہدایت دے دی ہے۔ یہ تمام مکانات صرف عارضی طور پر بنائے جائیں گے۔ ان پر قریباً اٹھارہ بیس ہزار روپیہ صَرف ہو گا۔ لیکن اس میں سے خرچ کا کچھ حصہ سلسلہ کو واپس مل جائے گا۔ مثلاً جب یہ مکانات توڑے جائیں گے تو ان کی کچی اینٹیں کچھ تو ضائع ہو جائیں گی لیکن انجنیئروں کا خیال ہے کہ دو تہائی اینٹیں آئندہ کی ضروریات کے لیے بچ جائیں گی۔ اس طرح ان مکانات میں جو لکڑی استعمال کی جائے گی وہ بھی بچ جائے گی۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ نصف کے قریب خرچ واپس مل جائے گا اور صرف دس ہزار روپیہ ایسا ہو گا جو جلسہ کی خاطر خرچ ہو گا۔ میں نے یوں بھی اندازہ لگایا ہے کہ انجمن کے جو دفاتر ہیں وہ قادیان کی نسبت اب

بہت بڑھ گئے ہیں۔ قادیان میں ہمارا سو کے قریب کلرک تھا لیکن اِس وقت غالباً زیادہ ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی دفتر لاہور میں ہے، کوئی چنیوٹ میں ہے اور کوئی احمد نگر میں ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے دفاتر اب دو ملکوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ گویا ہمارے دفتروں کا کام پہلے کی نسبت بہت بڑھ گیا ہے بلکہ اب تو ایک مستقل دفتر حفاظتِ مرکز کے لیے ہی قائم ہو چکا ہے۔ اور اس کا کام یہی ہے کہ قادیان کے متعلق جو مشکلات پیدا ہوں اُن کا ازالہ کرے، گورنمنٹ سے خط وکتابت کرے، جماعتوں کو قادیان کے حالات سے باخبر رکھے اور ہر قسم کا ضروری ریکارڈ جمع کرتا رہے۔ پھر چونکہ قادیان کی صدر انجمن احمدیہ بھی قائم ہے، اس کے دفاتر الگ ہیں مگر اُن دفاتر کا صرف خرچ کے ساتھ تعلق ہے۔ ربوہ میں مکانات کی تعمیر یا صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ساتھ اُن کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح تحریک جدید کے بہت سے کارکنان ہیں۔ ان سب کارکنوں کو اگر ملایا جائے تو ہزار بارہ سو تک ان کی تعداد پہنچ جاتی ہے اور ان کی رہائش کے لیے کم سے کم اڑھائی تین سو مکانات کی ضرورت ہے۔ اب تو ہمارے تین مکان لاہور میں ہیں۔ ہمارا کالج بھی نہیں ہے۔ کچھ مکانات چنیوٹ میں ہیں، چالیس پچاس مکانات احمد نگر میں ہیں اور کچھ حصہ کارکنوں کا خیموں میں رہتا ہے۔ جب دفاتر اکٹھے ہوں گے تو ہمیں ضرورت ہوگی کہ ان کے لیے اڑھائی سو خیمہ لگوایا جائے۔ اور اگر اڑھائی سو خیمہ لگوا دیا جائے تب بھی اول تو خیموں میں وہ آرام میسر نہیں آسکتا جو مکانات میں ہوتا ہے۔ دوسرے اگر اڑھائی سو خیمہ خریدا جائے تو سَوا لاکھ روپیہ میں آتا ہے۔ ان خیموں کو اگر دوبارہ مکانات بننے پر بیچ بھی دیا جائے تب بھی ساٹھ ستّر ہزار کا نقصان ہمیں برداشت کرنا پڑے گا۔ اور اگر اڑھائی سو خیمہ کرایہ پر لیا جائے تو اٹھارہ روپیہ ماہوار پر ایک خیمہ ملتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ 4500 روپیہ ماہوار صرف کرایہ پر صَرف ہوگا۔ اگر یہ خیمے ایک سال تک رکھے جائیں جب تک ہماری عمارتیں مکمل نہ ہو جائیں تو چون ہزار روپیہ سالانہ صرف کرایہ پر خرچ آ جائے گا اور پھر ان خیموں کے پہنچانے اور واپس لانے میں جو خرچ ہوگا وہ بھی چار چار پانچ پانچ روپیہ فی خیمہ سے کم نہیں ہوسکتا۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں نے یہ سمجھا کہ اگر ہم ان عارضی عمارتوں کو جو جلسہ سالانہ کے لیے بنائی جا رہی ہیں بعد میں توڑیں نہیں بلکہ اسی طرح رہنے دیں تو ہمارا بیس ہزار روپیہ جو ان عمارتوں پر خرچ ہوگا اس میں سے دس ہزار روپیہ تو یقیناً جلسہ سالانہ کے

لیے خرچ ہونا تھا۔ باقی دس ہزار روپیہ جو لکڑی اور اینٹوں کی صورت میں ہمیں واپس مل سکتا تھا وہ ان عمارتوں کو سال بھر قائم رکھ کر ہمارے دفاتر اور کارکنوں کو اکٹھا رکھنے میں کام آسکتا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فی بیرک چھ چھ مکان بن سکتے ہیں اور چونکہ پچاس بیرکیں ہیں اس لیے بعد میں بڑی آسانی سے تین سو مکان بن سکتا ہے۔ اگر ہم ان مکانات کو سال بھر رہنے دیں تو دس ہزار روپیہ کا نقصان اٹھانے کی بجائے ہمیں کم سے کم چالیس ہزار روپیہ کی بچت ہوگی۔ اگر ہم خیمے لگائیں تو ہمیں پچاس ہزار روپیہ سالانہ کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر ہم خیمے خرید کر سال بھر کے بعد بیچیں تو ہمیں ساٹھ ستّر ہزار روپے کا گھاٹا برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر یہ شیڈ اور مکانات اِسی طرح پر کھڑے رہیں اور چھ چھ مکان فی بیرک بنا دیئے جائیں تو تین سو مکان بن جائے گا۔ ان پچاس شیڈوں کے علاوہ جو عارضی مکانات وہاں جلسہ سالانہ کے لیے بنائے جا رہے ہیں جن میں دفاتر بھی ہوں گے، ناظروں کے لیے مکانات بھی ہوں گے، پرائیویٹ سیکرٹری کا بھی دفتر ہوگا اور میرا مکان بھی ہوگا اس پر ہمارے اخراجات کا اندازہ چار ہزار روپیہ ہے کیونکہ بہرحال کسی چھوٹی سی جگہ میں یہ سارے دفاتر نہیں آ سکتے۔ دس بارہ افسروں کے لیے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے لیے جگہ کی ضرورت ہوگی اور پھر میری رہائش کے لیے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اس کے لیے ہم نے جو نقشہ تجویز کیا ہے اس کے مطابق چار ہزار روپے خرچ کا اندازہ ہے۔ اور اگر اس خرچ کو پورے سال پر پھیلا دیا جائے تو ساڑھے تین سو روپیہ ماہوار کا خرچ ہے جو سلسلہ کو برداشت کرنا پڑے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جلسہ سالانہ کے فوراً بعد ہم دفاتر وہاں منتقل کرنا شروع کر دیں اور موجودہ عارضی عمارات کو قائم رکھیں تو بجائے نقصان کے ہمیں تیس چالیس ہزار روپیہ کا فائدہ رہے گا۔ اور پھر مزید فائدہ یہ ہوگا کہ سب کارکن اکٹھے رہیں گے اور کام میں پہلے کی نسبت زیادہ ترقی ہوگی۔

میں نے یہ ساری تمہید اس لیے باندھی ہے کہ اِس وقت جلسہ سالانہ کے انتظامات کے سلسلہ میں صرف رہائش پر بیس ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ ہے۔ کھانے پینے کا خرچ اس سے الگ ہے۔ ہماری جماعت کے نمائندگان نے مجلس شوریٰ میں متفقہ طور پر یہ کہا تھا کہ اگر ساری جماعت اپنی ماہوار آمدن کا دس فیصدی حصہ چندہ جلسہ سالانہ کے لیے پیش کر دے تو اس کے بعد

یہ ضرورت نہیں رہتی کہ اس کی نسبت دس سے پندرہ فیصدی تک بڑھا دی جائے اور میں نے جماعت کے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ جماعتیں دس فیصدی کے حساب سے چندہ جلسہ سالانہ ادا کیا کریں۔ اگر دس فیصدی چندہ دینے کے بعد بھی ضروریات پوری نہ ہوں تو اس کے بعد اسے پندرہ فیصدی تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم نے جب حفاظتِ مرکز کے سلسلہ میں اپنی جماعت کی ماہوار آمدن کا اندازہ لگایا تو جو ادھورا اور ناقص اندازہ ہمیں معلوم ہوا وہ اندازہ جو کسی اَور شخص نے نہیں بلکہ افرادِ جماعت نے خود اپنے متعلق پیش کیا تھا وہ سَوا لاکھ روپیہ ماہوار کا تھا۔ یہ اندازہ یقیناً ناقص اور ادھورا تھا۔ بہت سے افراد ایسے تھے جنہوں نے اپنی آمدنیں نہ بتائیں اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی کمزوری کی وجہ سے کم آمدنی بتائی۔ درحقیقت کسی صورت میں بھی ہماری جماعت کی ماہوار آمد پچیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں اور پچیس لاکھ پر دس فیصدی چندہ جلسہ سالانہ کے معنے اڑھائی لاکھ روپیہ کے بنتے ہیں لیکن اگر اسی آمد کو صحیح سمجھ لیا جائے جو جماعت کے افراد کی طرف سے پیش کی گئی تھی تب بھی دس فیصدی کے حساب سے ایک لاکھ پینتیس ہزار روپیہ چندہ جلسہ کے لیے جمع ہونا چاہیے۔ مجھے لاہور کی انجمن کا ہی چندہ معلوم ہے کیونکہ میں نے خود رجسٹر دیکھے ہیں۔ یہاں کی جماعت کی ماہوار آمد جو رجسٹروں میں درج ہے وہ پچاس ہزار روپیہ ہے۔ دس فیصدی کے لحاظ سے پانچ ہزار روپیہ صرف لاہور کی جماعت کی طرف سے آنا چاہیے۔ اور ابھی سارے پاکستان میں مشرقی پاکستان میں بھی اور مغربی پاکستان میں بھی بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ اُن سب کے چندے اگر اِسی نسبت سے اکٹھے ہوں تو یقیناً ایک بہت بڑی رقم جمع ہوسکتی ہے۔ مگر مجھے یہ معلوم کر کے بہت تعجب اور افسوس ہوا کہ جلسہ سالانہ کے لیے اس وقت صرف ساڑھے اٹھارہ ہزار روپیہ آیا ہے۔☆ یعنی مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے جو عارضی شیڈ بنائے جارہے ہیں اُن کے بنانے میں بھی ہمیں ڈیڑھ ہزار روپیہ کا گھاٹا رہے گا حالانکہ کسی اَور کے اندازہ کے رُو سے نہیں بلکہ ہماری جماعت کے خود اپنے اندازہ کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ صرف دس فیصدی کے حساب سے آنا چاہیے تھا۔ یہ سُستی اور غفلت ہماری جماعت میں گزشتہ سالوں میں

☆بعد میں معلوم ہوا کہ رپورٹ میں غلطی ہوگئی تھی۔ ساڑھے اٹھائیس ہزار کی جگہ ساڑھے اٹھارہ ہزار لکھا گیا تھا۔

نظر نہیں آیا کرتی تھی۔ قادیان میں جلسہ ہوتا تھا تو گو اُس وقت بھی چندے میں کمی رہتی تھی مگر بہر حال وہ اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی اِس وقت ہے۔ اُس وقت سینتالیس اڑتالیس ہزار کے قریب چندہ ہو جاتا تھا اور ساٹھ ہزار کے قریب خرچ ہوتا تھا۔ مگر اِس دفعہ جب کہ رہائش کے لیے ہم نے مکانات بھی بنانے ہیں اور اخراجات پہلے سے بڑھ گئے ہیں بجائے اِس کے کہ سینتالیس اڑتالیس ہزار روپیہ آتا اِس وقت تک صرف ساڑھے اٹھارہ ہزار روپیہ☆ چندہ آیا ہے۔ میں جماعتوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں یہ سُستی اور غفلت جلد سے جلد دور کرنی چاہیے۔ اور چونکہ لاہور کی جماعت میرے سامنے بیٹھی ہے قدرتی طور پر میں سب سے پہلے لاہور کی جماعت کو مخاطب کرتا ہوں۔ قادیان میں بھی جب میں خطبہ پڑھا کرتا تھا تو چونکہ قادیان کی جماعت ہی میرے سامنے ہوتی اس لیے سب سے پہلے میں اُس کو مخاطب کیا کرتا تھا اور وہ اس پر چڑا نہیں کرتی تھی بلکہ خوش ہوتی تھی کہ اُسے دوسروں سے پہلے دین کی خدمت میں حصہ لینے کا موقع مل رہا ہے۔ مگر یہاں آ کر مجھے یہ ایک نیا تجربہ ہوا ہے۔ سارے لوگوں کے متعلق نہیں بلکہ بعض لوگوں کے متعلق کہ اگر اُنہیں اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ بُرا مناتے ہیں۔ مگر بہر حال میرے لیے مجبوری ہے جو لوگ میرے سامنے بیٹھے ہوں گے وہی میرے پہلے مخاطب ہوں گے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میرے سامنے تو تم بیٹھے ہو اور میری پہلی مخاطب کوئی اَور جماعت ہو۔

پس سب سے پہلے میں لاہور کی جماعت کو اور پھر باقی جماعتوں کو اِس فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اگر تمام جماعتیں اپنے اس فرض کو ادا کریں تو یقیناً اِس چندے کی ادائیگی اُنہیں کوئی بوجھ محسوس نہیں ہو گی۔ حقیقتاً اگر ساری جماعت کی ماہوار آمدن تیرہ لاکھ ہی فرض کی جائے (گو جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ اندازہ بالکل غلط تھا) تب بھی ایک لاکھ پینتیس ہزار روپیہ آنا چاہیے تھا۔ اور اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ جماعت میں کچھ کمزور بھی ہوتے ہیں جو پورا چندہ نہیں دے سکتے ہیں اور صرف پانچ فیصدی کے حساب سے چندے کا اندازہ لگایا جائے تو اِس حساب سے بھی پینسٹھ ہزار روپیہ آنا چاہیے تھا مگر آیا صرف ساڑھے اٹھارہ ہزار روپیہ ۞ ہے جو ایک نہایت افسوس ناک امر ہے۔ ہمارا جلسہ ہر سال ہوتا ہے اور اِس جلسہ کی غرض یہ ہے کہ جماعت کے

☆ ۞ اس کی بابت وضاحت ملاحظہ ہو صفحہ 55 حاشیہ

اخلاص اور اُن کے ایمانی جوش کو بڑھایا جائے مگر ہر جلسہ پر دس بارہ ہزار روپیہ کا نقصان ہو جاتا ہے اور اِس دفعہ تو خرچ غالباً اسّی ہزار روپیہ کے قریب ہو گا اور آمد ساڑھے اٹھارہ ہزار ☆ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابھی وقت ہے اور جماعتیں جلسہ سالانہ سے پہلے اپنا چندہ بھجوا سکتی ہیں لیکن جس نسبت اور رفتار سے یہ چندہ آ رہا ہے وہ بہت افسوسناک ہے اور اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید ہماری جماعت اس بوجھ کے اٹھانے میں غفلت کا ارتکاب کر رہی ہے۔ ممکن ہے کہ چونکہ نیا انتظام ہے اور وہاں نئے سرے سے ہی تمام انتظامات ہوں گے اور رہائش کے لیے مکانات بھی نہیں ہوں گے اس لیے کچھ لوگ رہائش کے لیے سہولتیں نہ پاتے ہوئے اور کچھ کھانے پینے کی دقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ آئیں۔ اس کے علاوہ ہم اِس سال غیر احمدیوں کو بھی عام دعوت نہیں دے رہے کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ ممکن ہے بعد میں انہیں یہ شکایت پیدا ہو کہ ہمیں اچھا کھانا نہیں ملا یا ہماری رہائش کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا صرف احمدیوں کو شامل ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور چونکہ اُن کو بھی علم ہے کہ وہاں رہائش اور کھانے پینے کے لحاظ سے دقتیں ہوں گی اس لیے ممکن ہے بعض لوگ نہ آئیں۔ چنانچہ جہاں قادیان میں تیس ہزار آدمی ریل کے ذریعہ اور آٹھ دس ہزار آدمی پیدل آ جاتا تھا وہاں موجودہ سال ہم نے ربوہ میں دس ہزار آدمیوں کے آنے کا اندازہ لگایا ہے۔ پس ممکن ہے کہ اخراجات بوجہ اِس کے کہ لوگ کم آئیں تھوڑے ہوں لیکن بہرحال اِس نئی صورت میں خواہ لوگ کم آئیں یا زیادہ عمارتوں کے اخراجات کے لیے بیس ہزار روپیہ ضرور صَرف ہونا ہے۔

اِس طرح بعض اَور اخراجات ایسے ہیں جو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ مثلاً پانی کا انتظام ہے۔ ربوہ میں پانی نہیں ملتا۔ چھ میل پر سے پانی لانا پڑے گا۔ پانی کے لیے ٹینکیاں بنانی ہوں گی، ٹرک رکھنے پڑیں گے، نئے نلکے لگوانے پڑیں گے اور اس پر بارہ تیرہ ہزار روپیہ خرچ ہو گا۔ اور پانی چونکہ وقت پر مہیا نہیں ہو سکتا اِس لیے قطع نظر اس کے کہ کتنے آدمی آئیں گے پانی کا انتظام کرنا ہو گا۔ پس اِس خیال سے کہ لوگ کم آئیں گے ہمیں اِس چندہ میں کمی نہیں آنے دینی چاہیے کیونکہ بعض قسم کے اخراجات ایسے ہیں جو لازمی ہیں اور وہ ضرور ہوں گے۔ پھر میں تو اِس بات کا قائل ہی نہیں کہ کوئی انسان محض وہموں کی وجہ سے اپنے فرض کو ادا نہ کرے۔

☆ اس کی بابت وضاحت ملاحظہ ہو صفحہ 55 حاشیہ

ہزاروں ہزار مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ لوگ سخت خطرہ کی حالت میں بھی اپنے گھروں کی ذمہ داریوں کو نہیں بُھولتے۔ توپیں چل رہی ہوتی ہیں، گولے برس رہے ہوتے ہیں، عمارتوں کو آگ لگ رہی ہوتی ہے، شہر خالی ہو رہے ہوتے ہیں مگر عورتیں نکلتی ہیں تو پان کھانے کی شوقین عورتیں کہتی ہیں اپنے ساتھ پان کی دس گلوریاں تو رکھ لیں تا کہ رستہ میں کام آئیں۔ اِسی طرح شہر خالی ہو رہے ہوتے ہیں تو عورتیں اپنے بچوں کے لیے روٹیاں لگانے یا پنجیری بنانے میں مشغول ہوتی ہیں حالانکہ وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ ممکن ہے پانچ دس منٹ کے بعد وہ سب قتل کر دیئے جائیں۔ جب دنیوی معاملات میں اپنی ذمہ داریوں کو بُھولا نہیں جاتا تو کیا وجہ ہے کہ ہم دین کے معاملات میں محض وہموں کی وجہ سے اپنی تیاری کو چھوڑ دیں۔ جو ہونا ہے وہ بہرحال ہو کر رہنا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ اگر بُرا بھی ہونا ہے تو ہم اپنی آنکھیں بند کر کے اُس کام میں لگے رہیں جو خدا نے ہم پر ڈالا ہے اور آخر وقت تک اپنے فرائض کو ادا کرتے چلے جائیں۔ کام کرتے جانا ہمارا کام ہے نتائج نکالنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ مگر اِس کے ساتھ ہی ہمیں اُس کے وعدوں پر کامل یقین ہونا چاہیے اور اس یقین کو آخر وقت تک قائم رکھنا چاہیے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ اُسے دست آ رہے ہیں میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جاؤ اور اُسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا اور اُس نے شہد پلایا مگر دست بجائے کم ہونے کے اَور بھی زیادہ ہو گئے۔ وہ دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرے بھائی کے دست تو شہد پلانے سے اَور بھی بڑھ گئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اَور شہد پلاؤ۔ وہ پھر گیا اور اُس نے شہد پلایا مگر دست اَور بھی بڑھ گئے۔ اِس پر وہ پھر واپس آیا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرے بھائی کے دست تو اَور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اَور شہد پلاؤ۔ وہ گیا اور پھر اُس نے شہد پلایا مگر اِس دفعہ اُسے پہلے سے بھی زیادہ اسہال کی شکایت ہو گئی۔ وہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! شہد پلانے سے تو دست اَور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے خدا کا کلام سچا ہے۔[1] آپ کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے

شہد کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ فِیۡہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔2 اس میں لوگوں کے لیے شفاء رکھی گئی ہے۔ جب خدا نے اسے شفاء قرار دیا ہے تو اس کے بعد بھی اگر تیرے بھائی کے دستوں کو آرام نہیں آیا تو میں تو یہی سمجھوں گا کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے خدا تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ دیکھو بظاہر یہ بات کتنی عجیب معلوم ہوتی ہے لیکن ایمان کا کیسا عظیم الشان مظاہرہ ہے۔ اسے دست آ رہے ہیں، بیمار شکایت کرتا ہے کہ میرے دست بڑھ گئے ہیں، تیماردار کہہ رہے ہیں کہ دستوں کی تکلیف زیادہ ہوگئی ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ خدا نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔

ہمارے زمانہ کا بھی ایک واقعہ بالکل اِسی قسم کا ہے۔ خواجہ غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں شریف والے جو بہاولپور کے نواب صاحب کے پیر تھے ایک دفعہ دربار میں بیٹھے تھے کہ آتھم کی پیشگوئی کا ذکر آ گیا۔ آتھم کی پیشگوئی کا وقت گزر چکا تھا۔ عیسائی ہنسی اُڑا رہے تھے اور بعض نادان مسلمان بھی اپنی بیوقوفی کی وجہ سے عیسائیوں کے ساتھ مل کر اس پیشگوئی پر ہنسی اُڑاتے تھے۔ دربار لگا ہوا تھا، نواب صاحب بیٹھے تھے کہ درباریوں میں سے بعض نے اِس پیشگوئی کا ذکر کیا اور پھر مذاق کرنے شروع کر دیئے کہ مرزا صاحب نے یوں کہا تھا مگر ہوا اِس طرح۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد نواب صاحب نے بھی ہنسی میں حصہ لینا شروع کر دیا اور انہوں نے بھی اِس پیشگوئی کے متعلق تمسخر آمیز رنگ میں گفتگو شروع کر دی۔ اِس پر میاں غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچڑاں کو سخت غصہ آیا اور وہ نواب صاحب سے کہنے لگے آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ ایک عیسائی کی تائید میں بات کرتے ہیں اور جو شخص اسلام کی طرف سے مدافعت کے لیے کھڑا ہوا تھا اُس کی تحقیر کرتے ہیں!! پھر وہ اَور زیادہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کون کہتا ہے کہ آتھم زندہ ہے؟ مجھے تو وہ مُردہ نظر آتا ہے اور میں تو اُس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ بظاہر اُس وقت زندہ تھا اور مرا ہوا نہیں تھا۔ مگر انہوں نے کہا جب خدا نے کہا ہے کہ وہ مر گیا ہے تو تمہیں اگر وہ زندہ نظر آتا ہے تو تمہاری آنکھیں جھوٹی ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ جس شخص کا دل ڈر گیا، جس نے اسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرنے سے توبہ کر لی، جس نے متواتر چیلنج دینے کے باوجود ایک دفعہ بھی یہ کہنے کی

جرأت نہ کی کہ میں نہیں ڈرا اُسے کون زندہ کہہ سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے غیرت دلانے کے لیے بار بار انعامی اشتہارات شائع فرمائے۔ یہاں تک کہ ان انعامات کو ایک ہزار سے لے کر چار ہزار روپیہ تک پہنچا دیا اور لکھا کہ اگر تمہارے دل میں ندامت پیدا نہیں ہوئی اور تم نے اپنے پہلے رویہ سے توبہ نہیں کی تو اَب مؤکّد بعذاب حلف اٹھا کر اِس کا اعلان کرو اور مجھ سے انعام میں چار ہزار روپیہ لے لو۔ مگر اُس نے آپ کے اشتہارات میں سے کسی ایک اشتہار کا بھی جواب نہ دیا۔ پس وہ مر چکا تھا، اس کے اندر زندگی کا کوئی سانس نہیں تھا اور نادان تھے وہ لوگ جو اُسے زندہ سمجھتے تھے۔ اس لیے چاچڑاں والوں نے کہا تمہیں زندہ نظر آتا ہوگا مجھے تو اُس کی لاش اپنے سامنے نظر آتی ہے۔ اِس طرح سلسلہ کی ترقی اور اس کی عظمت کے متعلق ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

اگر ہماری جماعت پر کوئی ابتلا ایسا آتا ہے جس سے بظاہر جماعت کو ایک دھکّا لگتا ہے، اس کا شیرازہ پراگندہ ہو جاتا ہے، اس کے اموال واملاک کا ضیاع ہوتا ہے تب بھی ہمارا فرض ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے یہ کہے کہ جماعت گر رہی ہے تو ہم اُسے کہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔ جب خدا نے کہا ہے کہ وہ ہمارے سلسلہ کو ترقی دے گا تو جو کچھ خدا نے کہا وہی ٹھیک ہے۔ اب بھی ہمارے سلسلہ کی ترقی ہی ہو رہی ہے۔ جب تک یہ رنگ ہمارے اندر پیدا نہیں ہوگا اُس وقت تک ہمارا ایمان کا دعوٰی بالکل بے حقیقت اور عبث چیز ہوگا۔ اگر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ بھال کر پہلے کیوں نہ پیشگوئیاں کیں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعوٰی فرمایا تھا اُس وقت ہم نے اپنی آنکھوں سے تمام حالات دیکھ کر احمدیت کے مستقبل کے متعلق کوئی پیشگوئی کیوں نہ کر لی۔ اگر اُس وقت ہم اپنی آنکھوں سے کام لیتے تو یہی کہتے کہ یہ شخص جو ایک ایسے گاؤں میں بیٹھا ہے جہاں نہ ریل آتی ہے نہ تار آتی ہے، نہ لوگوں کی آمدورفت کا کوئی سامان ہے نہ متمدن دنیا سے اس کا کوئی تعلق ہے اور دعوٰی یہ کرتا ہے کہ میں مامور ہوں۔ یہ پانچ سات سال میں ہی نعوذ باللہ ذلیل اور ناکام ہو کر مر جائے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر ہم نے دیکھا ہے تو اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہی ہمارے ایمان کی اصل بنیاد ہے۔ اِسی طرح سلسلہ کی آئندہ ترقی ہم

اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

بے شک ہماری جماعت پر ایک بہت بڑا ابتلاء آیا ہے، بے شک ہمیں نظر آتا ہے کہ جماعت اپنے مرکز سے نکال دی گئی، غیر مسلموں نے اس پر قبضہ کر لیا، قادیان میں رہنے والوں کو محصور کر لیا گیا، ان کی جائیدادیں چھین لی گئیں اور سلسلہ کے ادارے بند کر دیئے گئے۔ یہ سب کچھ نظر آتا ہے مگر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان تمام حالات کو دیکھنے کے باوجود یہ کہتے چلے جائیں کہ **وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر انڈین یونین کا قبضہ ہے۔ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر سکھوں کا قبضہ ہے۔ وہاں ہمارا ہی قبضہ ہے۔ زمین ٹل جائے گی آسمان ٹل جائے گا مگر ہمارا قبضہ اُس مقام سے کبھی نہیں ٹلے گا کیونکہ ہم نے قادیان کی ترقی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ خدا تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہی کہا ہے کہ وہاں ہمارا ہی قبضہ رہے گا۔ اِس طرح کہنے والے کہیں گے کہ ربوہ میں کون آئے گا؟ ہم کہتے ہیں اَور کوئی نہ آئے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے آئیں گے اور ہم ان فرشتوں کے لیے یہ عمارتیں بنوا رہے ہیں۔ کہنے والے کہیں گے کہ کون آئے گا؟ ہم کہتے ہیں خدا آئے گا اور وہ اس زمین کو اپنی برکت سے بھر دے گا** اور یقیناً ہر مومن اپنے اس فرض کو سمجھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پر عائد ہوتا ہے اپنے چندوں اور قربانیوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک وہ لوگ بھی ہوں گے جو کہیں گے کہ تم اپنے مال کو ضائع کر رہے ہو مگر درحقیقت تم اپنے مال کو ضائع کرنے والے نہیں ہو گے۔ تم ایک بیج بو رہے ہو گے، تم اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی ترقی کے لیے ایک کھیتی تیار کر رہے ہو گے۔ آخر میں وہ لوگ جو تم پر ہنسی اُڑانے والے ہیں فاقوں سے مر رہے ہوں گے اور تم جنہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اپنا مال ضائع کر رہے ہو تم کھیتوں سے غلّہ بھر بھر کر اپنے گھروں میں لا رہے ہو گے۔ وہ غلّہ جو تمہاری خوشحالی کا بھی موجب ہوگا اور دنیا کے امن اور اس کی آسائش کا بھی موجب ہوگا۔

پس جماعت کو قربانی کے مواقع پر اپنے اردگرد کے حالات اور دنیا کے تغیرات سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ اگر واقع میں تم نے خدا کے لیے اِس سلسلہ کو قبول کیا ہے تو کیا خدا نے اِس سلسلہ کی ترقی کا وعدہ کرتے وقت جھوٹ بولا تھا؟ اُس نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ تمہارے دل میں اگر اس کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے تو کیوں تم وہی کچھ نہیں کہتے جو چاچڑاں شریف کے بزرگ نے

کہا تھا۔ یعنی تم کو آتھم زندہ نظر آتا ہو گا مجھے تو وہ مُردہ نظر آتا ہے اور میں تو اپنی آنکھوں سے اُس کی لاش دیکھ رہا ہوں۔ تم بھی کہو کہ ہماری آنکھیں غلطی کر رہی ہیں، ہمارا دل غلطی کر رہا ہے، ہمارا دماغ غلطی کر رہا ہے مگر خدا غلطی نہیں کرتا۔ جو کچھ وہ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ جو کچھ ہمارا دل کہتا ہے وہ جھوٹ ہے اگر وہ اس کے خلاف محسوس کرتا ہے۔ جو کچھ ہمارا دماغ کہتا ہے وہ جھوٹ ہے اگر وہ اس کے خلاف رائے رکھتا ہے۔ سچ وہی ہے جو خدا نے کہا۔ پس اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اور اپنے عقیدہ کی شہادت کے طور پر اپنی قربانیوں کے معیار اور اپنے کاموں کی رفتار کو اَور بھی بڑھاؤ تا دنیا کو یہ محسوس ہو کہ جماعت اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتی، اپنے دل سے کوئی رائے قائم نہیں کرتی، اپنے دماغ کے پیچھے نہیں چلتی بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف اپنی نگاہ رکھتی ہے۔ جب دنیا نہیں دیکھتی اُس وقت تک تم دیکھتے ہو۔ جب دنیا مایوس ہو رہی ہوتی ہے اُس وقت تم پُر امید ہوتے ہو۔ جب دنیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اُس وقت تم اپنے قدم اٹھائے اَور بھی تیز رفتاری کے ساتھ چلنا شروع کر دیتے ہو۔ یہ کیفیت تم اپنے اندر پیدا کر لو تو یقیناً خدا تعالیٰ کے فضل پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے تم پر نازل ہونے لگیں گے''۔ (الفضل 3/اپریل 1949ء)

1: بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل

2: النحل: 70